عصر حاضر میں تبلیغ دین اسوہ حسنہ ﷺ کی روشنی میں

پرویز اقبال آرائیں

ریسرچ اسکالر: شعبہ قرآن وسنہ، جامعہ کراچی

درحقیقت قرآن وسنت ہی وہ بنیادی اصول ہے جو حیات کے تمام پہلوؤں کو تابنا کی عطا کرتا ہے۔ شادی ہو یا غمی، لین دین ہو یا سماجی عہد و پیمان، انفاق فی سبیل اللہ ہو یا حرمت سود وحلت بیع، اصول جنگ ہو یا ترغیب امن، طریقہ تبلیغ ہو یا تحریکوں کے طور طریقے، بہترین اوصاف کی ترغیب ہو یا برے اخلاق سے پرہیز۔ الغرض حیات انسانی کے تمام شعبوں کی بہتر رہنمائی قرآن وسنت ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ ایسے ہی دین اسلام کا ایک شعبہ تبلیغ دین کا ہے۔ اور یہ ایسا فریضہ ہے جو سب انبیاء ورسل نے سرانجام دیا ہے۔ کیونکہ معاشرے کو برائیوں سے پاک رکھنا، چاہے وہ انفرادی یا اجتماعی برائی ہو، ضروری ہوتا ہے اس لیے دین اسلام اس کو آغاز ہی میں ختم کرنے کا طلب گار ہے۔ کیونکہ اسلامی معاشرہ خیر وفلاح کے بنیادی اصول پر قائم ہے لہذا جو عمل اسے نقصان پہنچائے اس کا مٹا نادینا ضروری ہو جاتا ہے۔

اس امت کا ہر انسان چاہے وہ دینی علم رکھتا ہو یا دنیاوی، وہ اس فریضے کی انجام دہی کا مکلف ہے، اس فریضے میں کوتاہی مسلمانوں کو عملی طور پر کھوکھلا کر دیتی ہے اور غیر مسلموں کو نعمت اسلام سے محروم رکھنے کا سبب بنتی ہے۔ تبلیغ دین میں مخاطب دو قسم کے ہوتے ہیں مسلم اور غیر مسلم۔ مسلمان کو صحیح مسلمان بنانے کے لیے کام کیا جاتا ہے جب کہ غیر مسلموں تک بھرپور انداز میں دین کی دعوت پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے، اور تبلیغ میں یہ دونوں کام بیک وقت ساتھ ساتھ ہونے چاہیئے۔ قرآن حکیم واسوہ حسنہ ﷺ کی روشنی میں جائزہ پیش خدمت ہے۔

تبلیغ کے لغوی واصطلاحی معنی

بلغ کا لفظی معنی اور مفہوم پہچانا ہے اور اصطلاحی معنی کتب لغت میں یہ ذکر کیا گیا ہے:

''شستہ بیان ہونا، فصیح و بلیغ ہونا، اور اس کی جمع بلغاء ہے''(۱)

ایک اور ماہر قرآنیات نے تبلیغ کے معنی یہ بتائے ہیں کہ:

''کسی شئی کا اتنا کافی ہونا کہ انسان اس کے ذریعے اپنے مقصد کی انتہاء کو پہنچ جائے اور اسے کسی اور ذریعے اور سامان کی ضرورت نہ رہے''(۲)

تبلیغ ایک مقدس فریضہ

تبلیغ ایک مقدس فریضہ ہے جس کا مقصد صداقت وحقانیت کو پھیلانا ہے اسی طرح ایک سیرت نگار عمل تبلیغ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ''تبلیغ ایک ایسا عمل ہے جس میں کسی نصب العین کی طرف اخلاص سے بلایا جاتا ہے، اس نصب العین سے اختلاف وانحراف کے نقصانات وخطرات سے ڈرایا جاتا ہے اور غفلت ونسیان کے پردوں کو چاک کر کے اصلا نصب العین کو یاد دلانے کے لیے نصیحت کی جاتی ہے۔ اس سے بھی وسیع مفہوم میں تبلیغ کسی مذہب کا ایسا پرچار ہے، جس کا مقصد لوگوں کو حلقہ مذہب میں شامل کرنا ہو۔ دنیا کے تمام بڑے مذاہب اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا پورا نظام رکھتے ہیں۔ اسی نظام کی بدولت علماء نے مذاہب کو تبلیغی وغیر تبلیغی میں تقسیم کیا ہے'' (۳)

قرآن حکیم نے کسی بھی قوم یا فرد کو تبلیغ دین کرنے کے انداز کو انتہائی حسین اور دلکش پیرائے میں بیان کیا ہے جو انتہائی اعلیٰ درجے کا اعلیٰ ظرفی اور کمال محبت کی دلیل ہے اور جو آپ کے طریقہ تبلیغ پر بہترین روشنی ڈالتی نظر آتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ
.اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ. (۴)

''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو جو اس کے راستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے خوب جانتا ہے اور جو راستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے''

پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''ایک نادان اور غیر تربیت یافتہ مبلغ اپنی دعوت کے لیے اس دعوت کے دشمنوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہوسکتا ہے، اگر اس کے پیش کئے ہوئے دلائل بودے اور کمزور ہونگے، اگر اس کا انداز خطابت درشت اور معاندانہ ہوگا، اگر اس کی تبلیغ اخلاص اور للّٰہیت کے نور سے محروم ہوگی، تو وہ اپنے سامعین کو اپنی دعوت سے متنفر کرے گا۔ کیونکہ اسلام کی نشر واشاعت کا انحصار تبلیغ اور فقط تبلیغ پر ہے، اس کو قبول کرنے کے لیے نہ کوئی رشوت پیش کی جاتی ہے اور نہ جبر واکراہ سے کام لیا جاتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان، ایمان ہی نہیں جس کے پس پردہ کوئی دنیاوی لالچ یا خوف وہراس ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب مکرم کو دعوت اسلامی کے آداب کی تعلیم دی اس آیت کا ایک ایک لفظ غور طلب ہے، دین اسلام کو ''سبیل ربک'' کے عنوان سے تعبیر کر کے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ یہ دعوت کسی سیاسی جتھہ بندی کے لیے، کسی معاشی گروہ سازی کے لیے نہیں دی جارہی بلکہ اس راستے کی طرف بلایا جارہا ہے جو بندے کو اپنے مالک حقیقی کی طرف لے جاتا ہے، جو دوری اور بیگانگی کی صحراؤں سے نکال کر قرب ولطف

کی منزل کی طرف پہنچانے والا ہے،اس جادہ منزل حبیب سے دور بھاگنے والوں کوقریب لانے کے آداب بتائے جارہے ہیں۔حکمت،موعظت حسنہ اور پسندیدہ انداز سے مجادلہ،ان تین چیزوں کے التزام کا حکم فرمایا گیا۔حکمت سے مراد وہ پختہ دلائل ہیں جوحق کوروز روشن کی طرح عیاں کردیں،اورشک وشبہ کی تاریکیوں کونور یقین سے بدل دینے کی قوت رکھتے ہوں ۔ھو الدلیل الموضح للحق المزیح للشبھات،موعظت حسنہ اس پند ونصیحت کو کہتے ہیں جو خیر وفلاح کی یاد دہانی اس اسلوب سے کرائے کہ پتھر دل بھی موم ہو جائیں''(۵)

اسی طرح اس آیت مبارکہ پر علامہ سید سلیمان ندوی بھی بڑی دلنشین روشنی ڈالتے ہیں اوراس آیت قرآنی سے تبلیغ اور دعورت دین کے تین اصول واضح کرتے ہیں سید سلیمان ندوی کے بقول:

تبلیغ ودعوت کے یہ تین اصول اللہ تعالی نے آیت مبارکہ میں مسلمانوں کوسکھائے ہیں علم وحکمت،موعظ حسنہ اور مناظرہ بطریق احسن،سلمان متکلمین نے یہ بیان کیا ہے کہ تبلیغ ودعوت کے یہ تین اصول وہی ہیں جو منطقی استدلال میں عموما کام میں لائے جاتے ہیں۔یعنی ایک تو برہانیات جن میں یقینی مقدمات کے ذریعے سے دعوی کے ثبوت پر دلیلیں لائی جاتی ہیں۔دوسرے خطابیات جن میں مؤثر اور دل پذیر اقوال سے مقصود کو ثابت کیا جاتا ہے۔اور تیسرے جدلیات جن میں مقبول عام اقوال اور فریقین کے مسلم مقدمات سے استدلال کیا جاتا ہے۔قرآن پاک نے پہلے طریق کو حکمت،دوسرے کو موعظۃ حسنہ اور تیسرے کو جدال سے تعبیر کیا۔اور استدلال کے یہی وہ تین طریقے ہیں جن سے ایک شخص دوسرے کے سامنے اپنے مدعا کو ثابت کرتا ہے دعوت وتبلیغ کے یہی تین طریقے ہیں''(٦)

اب مفسرین نے حکمت سے کیا مراد لیا تو اس میں رائے مختلف ہے۔بعض نے حکمت سے مراد قرآن کریم ،بعض نے قرآن وسنت اور بعض نے حجت قطعیہ کو قرار دیا ہے۔اورمشہور مفسر قرآن ابوحیان حکمت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں:

انھا الکلام الصواب الواقع من النفس اجمل موقع.'(۷)

''حکمت اس درست کلام کا نام ہے جوانسان کے دل میں اتر جائے''

تبلیغ دین اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا کردار

تبلیغ دین کے تناظر میں انبیاء کرام علہم الصلاۃ والسلام وہ بابرکت شخصیات گزری ہیں جو انسانی تاریخ میں تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز ومحور رہی ہیں۔کرہ ارض پر جہاں کہیں بھی سچائی اور نیکی کی کوئی کرن نظر آتی ہے تو اس کا باعث یہی نورانی

شخصیات اور ہستیاں ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی اسی رتبے اور منصب سے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں:

''دعوت وتبلیغ نبی کا سب سے پہلا اور اہم فرض ہے، یعنی جو سچائی اسے خدا سے ملی اس کو دوسروں تک پہنچا دینا، جو علم اس کو عطا ہوا ہے اس کو اوروں تک پہنچا دینا، خدا کا پیغام جو اس تک پہنچا ہے وہ لوگوں کو سنا دینا، اس دعوت وتبلیغ میں جو تکلیف بھی پیش آئے اس کو راحت جاننا، جو مصیبت بھی درپیش ہو اس کو آرام سمجھنا، جو کانٹے بھی اس وادی میں اس تلوے میں چھبیں انہیں رگ گل سمجھنا''(۸)

سیرت نگاروں میں سے ایک اور سیرت نگار انبیا کرام علیہ الصلاۃ والسلام کے تبلیغی انداز اور کردار کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''کل انبیا علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمیشہ تبلیغ دین میں انتہائی حکمت، تدبر اور غور وفکر سے کام لیا ہے تا کہ مخاطب کو بات سمجھنے میں کوئی تامل اور دشواری کا سامنا نہ ہو۔ اور اس ساری کوشش کا مقصد ''خدا تعالی کی رضامندی، مخلوق کی خیر خواہی اور اپنے فرائض رسالت کی آدائیگی کے سوا کچھ نہ ہو''(۹)

اس مختصری تمہید کے بعد اب کچھ انبیاء کے حالات اور تبلیغ دین سے متعلق حالات پر نظر کرتے ہیں۔ ویسے انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام کا سلسلہ تو انتہائی طویل ہیں لیکن یہاں خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسی علیہ السلام، اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبلیغی زندگی، مشکلات اور انداز تبلیغ اور حالات پر مختصری روشنی ڈالیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تبلیغ دین

خالق کائنات نے جب اپنے خلیل اور اوالعزم پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انسانی معاشرے کی رہنمائی کا فریضہ سپرد کیا کہ وہ انسانی معاشرے کی تقسیم طبقات کو یکجا کریں اور انسانی معاشرے کے ارتقاء کو لاحق خطرات کا سد باب ممکن بنائیں، جو آپ نے احسن طریقے سے انجام دیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ''اِمام النّاس'' کے خطاب سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سرفراز کر دیا ارشاد قرآنی ہے:

إِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً. (۱۰)

''میں تجھے نوع انسانی کا امام بناؤں گا''

اور پھر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ السلام نے اپنی شب و روز کی منفرد جدو جہد اور محنت کی بنیاد پر ایک ایسی عالمگیر تحریک کا آغاز کیا جو آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے انسانی معاشرے میں فکری اور نظریاتی انقلاب پیدا کرنے کا سبب بنی ۔اور اسی انقلابی بنیادی سوچ وفکر نے معاشرے کے بکھرے ہوئے طبقات میں اتحاد و اتفاق ،الفت ،اجتماعیت اور اپنائیت کے احساس کو بیدار کیا۔یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو مذاہب کی کتابوں میں کو انسانی تحریک یعنی اقوام کا رہنما اور سرخیل قرار دیا گیا ہے۔سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سے متعلق بائبل کے عہد نامہ قدیم میں یہ تحریر ملتی ہے کہ:

''تب ابرام سرنگوں ہوگیا اور خدا نے اس سے ہم کلام ہو کر فرمایا کہ دیکھ میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا اور تیرا نام پھر ابرام نہیں کہلائے گا بلکہ تیرا نام ابراھام ہوگا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرادیا ہے''(۱۱)

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم سلسلہ انبیاء کرام میں وہ اولوالعزم اور بلند پایہ نبی گزرے ہیں جنہوں نے انسانی معاشرے کو برائیوں اور خباثتوں سے پاک کرنے کے لیے ایسے فطری اصول وقوانین وضع کئے جو بعد میں آنے والے انبیاء کرام کی شریعتوں کے لئے اصل اور بنیاد کا کام دیتے رہے۔حضرت ابراہیم کے قائم کردہ اصول کی روشنی میں جو ملت نمودار ہوئی اسے مذاہب عالم کی تاریخ میں ملت ابراہیمیہ اور ان اصولوں کو دین حنیف کے نام سے جانا جاتا ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام اور تبلیغ دین

اسی طرح سلسلہ انبیاء علیہ السلام میں ایک اور جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سیٰ علیہ بھی گذرے ہیں جنہوں نے اپنے تبلیغ کے ذریعے سماجی طبقات کے حقوق کی آدائیگی کے لیے اور آمریت کے خلاف جدوجہد کر کے انسانی معاشرے کے مظلوم و مجبور افراد کے لئے آواز اٹھائی ،اور انہیں ظالموں کے جبر وتشدد سے رہائی دلائی ،افراد انسانی کو حریت کا احساس دلایا۔اور آپ کی وہ فکری تبلیغ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے سیاسی واقتصادی جبر و آمریت کے خلاف جدوجہد کی لازوال مثال بن گئی۔

جب حضرت موسی علیہ السلام تبلیغ دین کے لیے فرعون کے پاس گئے جو کہ خدائی کا دعویدار تھا ،جو دشمن خدا تھا ،تو حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد تھا جو قرآن حکیم میں اس انداز سے ذکر ہے:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْيَخْشٰى.'(۱۲)

''اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے''

اس ہدایت کے بعد کسی بھی مبلغ کے لیے اس بات کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ تبلیغ دین کے سلسلے میں سختی ترش روئی سے کام لیں اس لیے کہ انکار اور سرکشی وہ فرعون سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا مگر پھر بھی بات کرنے کے لیے نرمی کا حکم دیا گیا۔ انبیاء کی اس جدوجہد کا یہ سلسلہ چلتا رہا، بالآخر اس دور کی تکمیل کی ذمہ داری محسن انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ کے حصے میں آئی۔

تبلیغ دین اور اسوہ حسنہ ﷺ کی حکمت علمی

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت معاشرتی حالت زار یہ تھی کہ انسانی دنیا قیادت سے محروم ہو چکی تھی، جس کی بناء پر انسانی معاشرہ میں سماجی، علمی، تبلیغی ودعوتی سرگرمیاں ماند پڑ چکی تھی، قومیں ٹکڑوں ٹکڑوں میں بٹ منتشر الخیال بن گئی تھی، عالمی معاشرے کا تصور تک نہ تھا، ہر قوم اپنے دائرے میں فرسودگی کی وجہ سے سسک رہی تھی۔ علامہ سندھی اس وقت کی منظر کشی یوں کرتے ہیں:

> ''مختلف قومیں اور تمدن آپس میں گھتم گتھا ہو رہے تھے، اور ہر قوم اپنے آپ کو کافی بالذات اور مستغنی عن الغیر سمجھتی تھی۔ عیسائی کہتے تھے کہ جو عیسائی نہیں وہ انسان نہیں ہے، اسی طرح یہودیوں نے اپنے آپ کو سب سے جدا کر لیا تھا۔ ایرانی اپنی جگہ مگن تھے۔ اور ہندوستان والوں نے تو سمندر پار دیکھنا تک ادھرم بنا رکھا تھا۔ اس وقت دنیا کی یہ حالت تھی کہ جیسے چھوٹے چھوٹے گھڑوں میں پانی رک گیا ہو، ایک گڑھا دوسرے سے جدا ہو اور سب الگ الگ سڑ رہے ہوں''(۱۳)

ان حالات میں قدرت خداوندی نے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تمام انسانوں کو اُن ناپاک گھڑوں سے نکالنے کے لیے اور مل کر انسانیت کو ہدایت سے روشناس کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔ تاکہ جو انسانیت کے لیے اچھے کاموں پر شاباش اور برے کاموں پر انجام بد سے ڈرائیں۔ کیونکہ آپ کی بعثت کا اصل مقصد یہی تھا اسی مضمون سے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔(۱۴)

''اور ہم نے آپ کو جمیع انسانیت کے لیے مبعوث کیا کہ آپ ان کو خوشخبری دے اور ڈرائیں''

اور آپ کے منصب کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے مزید تائید کے لیے ایک اور مقام پر کل انسانیت کی طرف آپ کی بعثت کے متعلق ارشاد قرآنی ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْکُمْ جَمِيْعاً۔(۱۵)

''اے رسول کہہ دیجئے: کہ اے انسانو: میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں''

اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے عالمگیر بعثت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

وکان نبی یبعث الیٰ قومه خاصة وبعثت الی الناس عامة.(١٦)

مجھ سے پہلے ہر نبی اپنی ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا لیکن میں تمام عالم انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں''

بعثت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل تبلیغ دین کے لیے مسلسل کوشاں رہتے، اور کوئی معاملہ آپ کو دوسرے معاملے سے غافل نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ تبلیغ دین اتنے بڑے پیمانے پر کامیاب ہوئی کہ عقلیں دنگ رہ گئی، اور سارے کا سارا جزیرۃ العرب آپ کا فرمانبردار اور تابعدار بن گیا۔ وہ قومیں جو ایک دوسرے کو زیر نہیں کر سکتی، جو اپنے اپنے سرداری پر ڈٹی ہوئی تھی بالآخر آپ کے دعوت پر وہ آپس میں شیر وشکر ہو گئے اور'' بکھری ہوئی قومیں اور قبیلے ایک ہو گئے، انسان بندوں کی بندگی سے نکل کر اللہ کی بندگی میں داخل ہو گیا، اب نہ کوئی قاہر ہے نہ کوئی مقہور، نہ مالک ہے نہ مملوک، نہ حاکم ہے نہ محکوم، نہ ظالم ہے نہ مظلوم، بلکہ سارے لوگ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی ہیں، ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کے احکام بجالاتے ہیں''(١٧)

رحمت اللعالمین ﷺ کا انداز تبلیغ اور مشکلات

یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ جس پر جتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اسی قدر وسعتوں کا مالک بھی ہوتا ہے، اور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ساری انسانی دنیا کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے لہذا اسی قدر جذبہ رحمت کے آپ روادار تھے، آپ نے منصب سنبھالنے کے بعد پیغام خداوندی کی تبلیغ میں طرح طرح کی مشقتیں اور مصیبتیں برداشت کیں، مگر زبان مبارک سے کسی قسم کا شکوہ تک نہ کیا، نہ کسی سے انتقام لیا، نہ ہی کسی پر غصہ ہوئے اور نہ ان کو برا بھلا کہا۔ حالانکہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی اذیتوں سے دوچار کیا گیا، مگر آپؐ نے صبر وتحمل، برداشت وبردباری، عزم واستقلال کو ہاتھ سے جانے نہ دیا، اور آپ ﷺ نے ہر لمحہ انسان اور انسانیت کو مدنظر رکھا۔ سفر طائف (جو تقریبا سیرت طیبہ کے تمام کتب میں موجود ہے) جو کہ خالص دعوت وتبلیغ کا سفر تھا جب آپ کو تبلیغ ودعوت دین دینے کی وجہ سے طائف کے اوباشوں اور لونڈوں نے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا، اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخموں سے چور ان اوباشوں کے نظروں سے اوجھل ہو کر ایک باغ پہنچے، تو آپ کی زبان مبارک پر ان اوباشوں کے خلاف بددعا کے لیے ایک لفظ تک نہیں آیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے یوں ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

اللھم الیک اشکوا ضعف قوتی وھوانی علی الناس یاارحم الراحمین انت رب

المستضعفين وانت ربی الی من تکلنی الی بعید یتجهمنی اوالی عدو ملکته امری ان لم یکن بک غضب علی فلا ابالی ولکن عافیتک هی اوسع لی اعوذ بنور وجهک الذی اشرقت له الظلمات وصلح علیه امرالدنیا والاخرة من ان تنزل بی غضبک اوتحل علی سختطک لک العتبی حتی ترضی ولاحول ولاقوة الابک.(۱۸)

''یااللہ میں تیری بارگاہ میں اپنی ناتوانی اور بے بضاعتی لوگوں کے ہاں بےقدری کا شکوہ کرتا ہوں، اے سب رحم رنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے،تو کمزوروں کا رب ہے،اور میرا بھی رب ہے،تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے،تو مجھے کسی اجنبی غیرآشنا کے جو مجھ سے ترش روئی کرتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملہ کا مالک بنادیا ہے،اگر یہ مجھ پر ناراضی کی وجہ سے نہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں،مگر تیری عافیت اور مہربانی میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔میں تیرے چہرے کے نور کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس سے تمام اندھیرے دور ہو گئے،اور دنیا اور آخرت کے سارے معاملے درست ہو گئے،اس بات سے کہ تو مجھ پر غضب نازل کرتا ہے یا اپنا غصہ اتارے،اور تجھے مجھ سے مواخذہ کرنے کا حق ہے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف تیری رضا سے ہے''

جب سرکار دو عالم ﷺ پر پتھروں کی بارش ہوئی اور آپ کے نعلین مبارک خون سے تر ہو گئے تو رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کو بھیجا کہ اپنے محبوب کی دل جوئی کرے،جبرائیل امین نے کہا:یارسول اللہ: آپ کے رب نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے جو آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرینگے۔اس طرح پہاڑوں کے فرشتے نے آپ سے عرض کر کے پوچھا کہ اگر آپ حکم دیں تو طائف کے دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملادیں اور اس بستی کو ہلاک کردیں۔مگر آپ ﷺ نے جواب میں کیا خوبصرت جملہ ارشاد فرمایا۔ملاحظہ ہوں:

بل ارجو ان یخرج اللہ عزوجل من اصلابھم من یعبداللہ عزوجل ولایشرک.(۱۹)

''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ کی عبادت کرے گی اور شرک نہیں کرے گی''

اسی طرح غزوات میں سے ایک غزوہ،غزوہ احد میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ

شریک تھے، دوران جنگ ایک دشمن دین جب آپ پر حملہ آور ہوئے اور آپ کو زخمی کر دیا، اس دوران آپ کے دندان مبارک بھی شہید ہو گئے۔ تو اس شدید اذیت اور تکلیف کے وقت بھی رحمۃ اللعالمین ﷺ اپنے دشمن کے حق میں اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں:

اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون.(۲۰)

"اللہ میری قوم کو معاف فرمادیں کہ یہ نہیں جانتے"

رحمۃ اللعالمین ﷺ کا انداز تبلیغ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خاص کمال یہ تھا کہ آپ جب دعوت دیتے، چاہے وہ انفرادی سطح کا ہو یا مجمع کی شکل میں، آپ کا انداز بیاں انتہائی سادہ، سلیس، صاف اور دلکش ہوتا ہے، تاکہ سامنے والے کے دل میں آپ کی بات اتر جائے، اور مخاطب کو متکلم کا مافی الضمیر کو سمجھنے میں کوئی دشواری کا سامنا نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انتہائی شیریں کلام تھے آپ کی شیریں کلامی کے حوالے سے اُم معبد کا یہ قول کچھ اس طرح سے ملتا ہے۔

حلوا المنطق، فصل، لا نزر و لا ھذر، کان منطقہ خزرات نظمن، و کان جھیر الصوت احسن النغمۃ.(۲۱)

"آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شیریں زبان تھے، آپ ہر بات واضح بیان فرماتے، آپ نہ قلیل الکلام تھے، نہ کثیر الکلام، آپ کی گفتگو ایک لڑی میں پروئے گئے موتیوں کی مانند تھی، آپ کی آواز بلند تھی اور اس میں خوبصورت نغمگی پائی جاتی تھی"

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فصاحت و بلاغت شاہکار تھی، اور جب آپ بات کرتے، تو گویا سامع کو وہ حفظ ہو رہی ہوتی۔ ام المؤمنین حضرت صدیقہؓ سے اس بارے میں روایت ہے:

ماکان رسول اللہ ﷺ یسرد سرد کم ھذا، ولکنہ کان یتکلم بکلام یبینہ فصل، یحفظہ من جلس الیہ.(۲۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح لگا تار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ بالکل صاف صاف کلام کرتے تھے، جو واضح اور دوسرے سے ممتاز ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس بیٹھنے والا اچھی طرح اسے ذہن نشین کر لیتا تھا"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تبلیغی سرگرمیوں اس بات کو ملحوظ خاطر رکھتے کہ جب آپ ﷺ کے پاس عرب کے مختلف قبائل اور وفود ملاقات کے لئے آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ہر قبیلے سے اُسی کی زبان اور محاروں میں

گفتگو فرماتے تھے۔آپ میں بدویوں کا زور بیان اور قوتِ تخاطب اور شہریوں کی شستگی الفاظ اور شفتگی وشائستگی جمع تھیں اور وحی پرمبنی تائید ربانی الگ سے"(۲۳) موجود تھی۔

تبلیغی ذمہ داری اور امت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے کل انسانوں کے لئے قیامت تک ہدایت ورہنمائی کا سرچشمہ قرار دیئے گئے ہیں۔اور یہ نرالا فضیلت تمام انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام میں آپ ہی کو حاصل ہے۔آپ کی اسی شعف وفضیلت کی بدولت آپ کی امت کو افضل الامم اور آخر الامم قرار دیا جس کی بناء آپ کی تمام ذمہ داریاں امت کو بطور میراث کے حاصل ہے۔ان ہی میں ایک ذمہ داری تبلیغ دین کی ہے۔جس کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالی ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّه.(۲۴)

"تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہو تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو"

اس آیت کے ضمن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک اثر ملاحظہ فرمائیں جو اس آیت کی دلنشین تشریح بھی ہے:

حدثنا ابو هريره كنتم خير امة اخرجت للناس قال خير الناس للناس تاتون بهم في السلا سل في اعناقهم حتى يد خلوا في الاسلام.(۲۵)

"ابو ہریرہؓ نے آیت "تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہو" کہ متعلق فرمایا: کہ کچھ لوگ دوسروں کے لئے نفع بخش ہیں کہ انہیں زنجیروں میں باندھ کر لاتے ہیں، اور بالآخر وہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں"

اسی طرح ایک روایت جس کے راوی بہز بن حکیم ہیں کہ:

انه سمع رسول الله ﷺ يقول في قوله تعالى كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قال انتم تتمون سبعين امة انتم خيرها و اكرمها على الله تعالى.'(۲۶)

"رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالی کے ارشاد" کنتم خير امة اخرجت للناس "یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہو" کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ستر امتوں کو پورا کرتے ہو (یعنی تم نے امتوں کی تعداد کو پورا ستر کر دیا ہے) تم ان سب امتوں سے بہتر وگرامی

قدر ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں"

عصر حاضر اور تبلیغ دین

انبیائے کرام علیہ الصلاۃ والسلام نے تبلیغ دین کے کام کو کسی ایک طریقے میں ضم نہیں کیا بلکہ جس کو جس طریقے سے اپنے مافی الضمیر کے اظہار کو آگے پہنچانے میں آسانی ہوئی اس کو اختیار کیا اور دوسروں کو اختیار کرنے کی دعوت دی ۔دنیا علم وفن میں ترقی کر گیا ہے اس اعتبار سے تبلیغ کے طور طریقے بھی بدل گئے ۔ابتدائے اسلام میں جب لکھنے پڑھنے کا فن وجود میں نہیں آیا تھا تو انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام کی تبلیغ زبانی ہوا کرتے تھی ۔نیکی، سچائی، امانت کے بارے میں لوگوں کو تلقین کیا کرتے اور وہ ان کو یاد کر لیا کرتے، جو نسل در نسل آگے منتقل ہوتا ۔لیکن جب کچھ تبدیلی آئی اور تحریر کا فن ایجاد ہوا اور آگے پہنچانے اور پیغام کو محفوظ کرنے کے طریقے وجود میں آئے تو انبیاء کرام نے اس طریقے کو اختیار کیا۔

آج کے جدید دور میں الیکٹرانک، پرنٹ میڈیا اور انٹرنیٹ کی دنیا نے تبلیغ کے کام کو مزید سہل بنا دیا۔ایک تقریر دنیا کے ایک کونے سے نکل دوسرے کونے میں سیکنڈوں میں پہنچ جاتا ہے، مشکل سے مشکل باتیں عوام وخواص کے ذہنوں میں معمولی محنت سے ذہن نشین ہو جاتی ہے۔آج کی ان تمام ایجادات نے دنیا کے طویل در طویل فاصلوں کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔اور تبلیغ دین کے سلسلے میں ان ذرائع سے فائدہ اٹھانا آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ بھی رسول ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دیگر ذرائع کو بھی تبلیغ دین کے لیے استعمال لائے مثلاً مکہ اور طائف کے سرداروں سے ملنا اور ان کو تبلیغ دین کی نصیحت کرنا۔زمانہ حج میں قبائل کے سرداروں سے ملنا جو مکہ آکر ٹھر جایا کرتے تھے، عرب کے میلوں میں جانا اور وہاں مختلف الخیال لوگوں کو تبلیغ کرنا۔اس کے روساء عرب کو خطوط اور وفود بھیجنا بھی اس میں شامل ہے جیسے کہ حضرت محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں کہ:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کے پہلے تین سال خفیہ دعوت میں گزارے، چوتھے برس آپ نے اعلان نبوت فرمایا، اس کے بعد آپ دس سالہ مکی دور نبوت میں ہر سال موسم حج میں حاجیوں کے خیمے میں تشریف لے جاتے اور جب عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے میلے لگتے تو وہاں بھی پہنچ جاتے۔آپ لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے اور اللہ کا دین پہنچانے کے لیے لوگوں سے نصرت طلب کرتے"(۲۷)

الغرض رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے میں رائج تمام طریقوں سے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور ہر زمانے کے لوگ انہیں طریقوں سے مانوس ہوتے ہیں جو اس عہد کی رواج بن چکی ہوتی ہے۔

لہٰذا آج ضرورت اس بات ہے کہ آج کے ذرائع سے مثبت انداز میں بھرپور فائدہ اٹھایا جائے، اور اس

کی (منفی) برائی سے خود بھی بچا جائے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کی جائے۔ ہمارے آج کے زمانے میں تبلیغ دین اور نفاذ دین کے لیے جن وسائل اور ذرائع کی ضرورت ہے اور جو نہایت اہم حیثیت رکھتے وہ ہیں تبلیغی جماعتوں کا قیام۔ جو انفرادی اور اجتماعی طور پر کام کریں۔ مساجد سے خوب فائدہ اٹھایا جائے۔ عصری اور مذہبی اداراوں کے طلباء وطالبات کو مثبت انداز میں استعمال کیا جائے۔۔ ہر قسم کے تشدد سے پاک لٹریچر کو فروغ دیا جائے۔ اور آخر میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی اس دور میں اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، انٹرنیٹ سے زیادہ سے زیادہ کام لیا جائے۔

حاصل کلام

حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جمیع انسانیت کے ارتقاء اور سماجی طور پر ان میں یکجہتی کو فروغ دینے کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت کل انسانیت کے لئے باعث رحمت قرار دی گئی۔ آپ کی تبلیغ دین کا مقصد اشاعت دین تھا اور آپ ﷺ نے اپنے تبلیغی سرگرمیوں میں قرآن مجید کے بیان کردہ اصول کا پورا پورا لحاظ رکھا۔ اس کے علاوہ آپ کی دیگر انبیاء علیہ سے الگ انفرادیت بھی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے کل احکامات اپنے زمانے کے انسانوں تک پہنچائے جس پر آپ کی زندگی میں خود بھی عمل پیرا رہے اور پھر ان تعلیمات کو پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ قیامت تک آنے والے تمام انسان آپ ﷺ کی امت میں شامل ہیں، لیکن یہ دو طرح کے لوگ ہوں گے ایک ان میں سے امت اجابت ہے اور دوسری امت دعوت، گویا تمام انسان آپ کی امت میں شامل ہیں۔

حضور ختم المرسلین ﷺ نے دعوت دین کو عام کرنے میں بے پناہ مشکلات کا سامنا کیا۔ لیکن اس کچھ کے باوجود آپ کی پیشانی پر بل نہیں آئیں، بلکہ نافرمانوں کے لیے ہمہ وقت ہدایت کی لئے دعا کرتے رہے۔ لہذا عصر حاضر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس تعلیم پہ عمل پیرا ہونے کی اشد ضرورت ہے اور دعوتی عمل میں پیش آنے والے ناخوشگوار واقعات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور اُن پہ آمادہ تشدد نہ ہونا ایک داعی کے لئے ضروری حکمت عملی ہے۔

آج امت مسلمہ کو تبلیغ دین کے سلسلے میں جو رکاوٹیں پیش نظر ہے یعنی مادہ پرستی، احساس کمتری، حکمت کی کمی، ایمان کی ناپختگی، احساس ذمہ داری کا فقدان، ذرائع ابلاغ کا مضر استعمال، مغربی ناقص نظام تعلیم، معاشرتی اختلافات وہ صرف ان اصولوں کی دوری کی وجہ سے ہے اگر آج بھی ہم قرآن حکیم کی ذکر کردہ ان اصولوں کو اپنا کر تبلیغ دین کا کام سرانجام دیں تو یقیناً کامیابیاں ہماری قدم چومے گی۔

حوالہ جات

۱۔ وحید الزمان، مولانا، القاموس الوحید، ص ۱۷۹، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء

۲۔ غلام احمد، تبویب القرآن، ج ۱، ص ۳۹۰، لاہور، ادارہ طلوع اسلام، ۱۹۷۷ء

۳۔ خالد علوی، ڈاکٹر، رسول اکرم کا منہاج دعوت، ص ۵، اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی ۲۰۰۱ء

۴۔ القرآن ۱۲۵:۱۶

۵۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، مولانا، ضیاء القرآن ج ۲ ص ۶۱۷، ضیا القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۰۲ھ

۶۔ ندوی، سید سلیمان، سیرت النبی ﷺ، ج ۴، ص ۲۵۲، اعظم گڑھ، مطبع معارف ۱۳۳۲ھ

۷۔ ابوحیان، البحر المحیط، ج ۲، ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۹ء

۸۔ شبلی نعمانی، علامہ، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۴، ص ۵۶۳، کراچی دار الاشاعت ۲۰۰۴ء

۹۔ عبد المجید، علامہ، آخری نبی اور ان کی تعلیمات، ص ۴۱۱، فجلی سنز لمیٹڈ، کراچی، ۱۹۹۸ء

۱۰۔ القرآن، ۱۲۴:۲

۱۱۔ کتاب مقدس (پرانا اور نیا عہد نامہ)، لاہور، پیدائش ۱۶، آیت ۳، ۴، بائبل سوسائٹی ۲۰۰۱ء

۱۲۔ القرآن: ۴۴:۲۰

۱۳۔ عبید اللہ سندھی، مولانا، تعلیمات و سیاسی افکار، ص ۹۲، لاہور، المحمود اکیڈمی، ۱۹۶۷ء

۱۴۔ القران: ۲۸:۳۴

۱۵۔ القرآن: ۱۵۸:۷

۱۶۔ البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب التیمم، حدیث ۲، ص ۱۵۰، ج ۱، مصر، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، س، ن

۱۷۔ مبارک پوری، مولانا صفی الرحمٰن، الرحیم المختوم، ص ۲۱۷، لاہور، المکتبہ السّلفیہ، ۱۹۸۸ء

۱۸۔ الشامی، محمد بن یوسف الصالحی، سبیل الھدی والرشاد، (سیرت شامی)، باب ۲، حدیث ۵۷۷، بیروت، دار لکتب العلمیہ ۱۹۹۳ء

۱۹۔ امام، احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، باب ۴، حدیث ۳۳۵، بیروت، دار احیاء التراث العربی ۱۹۹۳ء

۲۰۔ امام، مسلم بن حجاج، القشیری، صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوہ احد، ص ۸۵۱، بیروت، دار المعرفہ ۲۰۰۷ء

۲۱۔ ابوجعفر، احمد بن عبداللہ بن محمد طبری، الشفا، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ص ۴۱۷، جلد ۱، ۱۹۹۶ء

۲۲۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن السورہ، امام، جامع الترمذی، دہلی، مطبع العلمی، باب صفۃ النبی، ص ۳۶۶، جلد ۵، ۱۲۶۵ ہجری

۲۳۔ مبارک پوری، صفی الرحمٰن، مولانا، الرحیق المختوم، ص ۶۷۷، المکتبہ السّلفیہ، لاہور، ۱۹۸۷ء

۲۴۔ القرآن، ۱۱۰:۳

۲۵۔ البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، محولہ بالا، کتاب التفسیر، ص ۸۵۵

۲۶۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب، شیخ، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۸۴، کراچی، سعید ایچ ایم کمپنی ۱۴۱۴ھ

۲۷۔ الشامی، محمد بن یوسف، محدث، سبیل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۲، ص ۴۵۱، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۳ء